

کے اموال تھے: ایک مسلمانوں کا ذاتی مال تھا۔ اسے آپ نے ان کے وارثوں میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ دوسرا مال غنیمت تھا۔ اسے اس کے مستحقین پر تقسیم کیا۔ تیسرا مال خمس تھا۔ اس مال کے اللہ تعالیٰ نے خاص مصارف مقرر کر دیئے۔ چوتھے زکوٰۃ و صدقات تھے۔ انہیں اللہ نے وہاں صرف کرنے کا حکم دیا جو ان کا مصرف ہے۔ یہ خانہ کعبہ کے زیورات اس زمانہ میں بھی موجود تھے، لیکن اللہ نے ان کو ان کے حال پر رہنے دیا اور ایسا بھولے سے تو نہیں ہوا، اور نہ ان کا وجود اس پر پوشیدہ تھا۔ لہذا آپ بھی انہیں وہیں رہنے دیجئے جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں رکھا ہے۔

یہ کن عمر نے کہا کہ: ”اگر آپ نہ ہوتے تو ہم رسوا ہو جاتے“۔ اور زیورات کو ان کی حالت پر رہنے دیا۔

(۲۷۱)

روایت کی گئی ہے کہ حضرتؓ کے سامنے دو آدمیوں کو پیش کیا گیا جنہوں نے بیت المال میں چوری کی تھی۔ ایک تو ان میں غلام اور خود بیت المال کی ملکیت تھا اور دوسرا لوگوں میں سے کسی کی ملکیت میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ: یہ غلام جو بیت المال کا ہے اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی، کیونکہ اللہ کا مال اللہ کے مال ہی نے کھایا ہے، لیکن دوسرے پر حد جاری ہوگی۔ چنانچہ اس کا ہاتھ قطع کر دیا۔

(۲۷۲)

اگر ان پھسلنوں سے بچ کر میرے پیر جم گئے تو میں بہت سی چیزوں میں تبدیلی کر دوں گا۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد دین میں تغیرات رونما ہونا شروع ہو گئے اور کچھ افراد نے قیاس و رائے سے کام لے کر احکام شریعت میں ترمیم و تنسیخ کی بنیاد ڈال دی۔ حالانکہ حکم شرعی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن و سنت کے واضح احکام کو ٹھکرا کر اپنے قیاسی احکام کا نفاذ کرے۔ چنانچہ قرآن کریم میں طلاق کی یہ واضح صورت بیان ہوئی ہے کہ: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ﴾: ”طلاق (رجعی) جس میں

الْأَمْوَالُ أَرْبَعَةٌ: أَمْوَالُ الْمُسْلِمِينَ فَتَقَسَّمَهَا بَيْنَ الْوَرِثَةِ فِي الْفَرَأِئِضِ، وَ الْفَتَىٰ فَقَسَّمَهُ عَلَىٰ مُسْتَحَقِّهِ، وَ الْخُمْسُ فَوَضَعَهُ اللَّهُ حَيْثُ وَضَعَهُ، وَ الصَّدَقَاتُ فَجَعَلَهَا اللَّهُ حَيْثُ جَعَلَهَا، وَ كَانَ حُلَى الْكُعْبَةِ فِيهَا يَوْمَئِذٍ فَتَرَكَهُ اللَّهُ عَلَىٰ حَالِهِ، وَ لَمْ يَتْرُكْهُ نَسِيَانًا، وَ لَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ مَكَانًا، فَآقَرَهُ حَيْثُ آقَرَهُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ ﷺ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: «لَوْلَاكَ لَا قُتِّضْنَا». وَ تَرَكَ الْحُلَى بِحَالِهِ.

(۲۷۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُوي أَنَّهُ ﷺ رَفَعَ إِلَيْهِ رَجُلَانِ سَرَقَا مِنْ مَالِ اللَّهِ، أَحَدُهُمَا عَبْدٌ مِنْ مَالِ اللَّهِ وَ الْآخَرُ مِنْ عُرُوضِ النَّاسِ، قَالَ ﷺ: أَمَّا هَذَا فَهُوَ مِنْ مَالِ اللَّهِ وَ لَا حَدَّ عَلَيْهِ، مَالُ اللَّهِ أَكَلَ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَ أَمَّا الْآخَرُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ. فَقَطَعَ يَدَهُ.

(۲۷۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَوْ قَدِ اسْتَوَتْ قَدَمَايَ مِنْ هَذِهِ الْمَدَاحِضِ لَعَيَّرْتُ أَشْيَاءَ.

بغیر محمل کے رجوع ہو سکتی ہے) دو مرتبہ ہے، مگر حضرت عمر نے بعض مصالِح کے پیش نظر ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کے واقع ہونے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح میراث میں عول کا طریقہ رائج کیا گیا اور نماز جنازہ میں چار تکبیروں کو رواج دیا۔ یونہی حضرت عثمان نے نماز جمعہ میں ایک اذان بڑھادی اور قصر کے موقع پر پوری نماز کے پڑھنے کا حکم دیا اور نماز عید میں خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا۔ اور اسی طرح کے بے شمار احکام وضع کر لئے گئے جس سے صحیح احکام بھی غلط احکام کے ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتماد بن گئے۔

امیر المؤمنین علیؑ جو شریعت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے، وہ ان احکام کے خلاف احتجاج کرتے اور صحابہ کے خلاف اپنی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ:

لَمَسْنَا نَشْكُ أَنَّكَ يَا كَانٌ يَذْهَبُ فِي الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَالْقَضَايَا إِلَى أَشْيَاءٍ يُجَالِفُ فِيهَا أَقْوَالَ الصَّحَابَةِ.

ہمارے لئے اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ امیر المؤمنین علیؑ شرعی احکام و قضایا میں صحابہ کے خلاف رائے رکھتے تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۳۳)

جب حضرت ظاہری خلافت پر متمکن ہوئے تو ابھی آپ کے قدم پوری طرح سے جمنے نہ پاتے تھے کہ چاروں طرف سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان الجھنوں سے آخر وقت تک چھٹکارا حاصل نہ کر سکے جس کی وجہ سے تبدیل شدہ احکام میں پوری طرح ترمیم نہ ہو سکی اور مرکز سے دور علاقوں میں بہت سے غلط سلط احکام رواج پا گئے۔ البتہ وہ طبقہ جو آپ سے وابستہ تھا، وہ آپ سے احکام شریعت کو دریافت کرتا تھا اور انہیں محفوظ رکھتا تھا، جس کی وجہ سے صحیح احکام نابود اور غلط مسائل ہمہ گیر نہ ہو سکے۔

☆☆☆☆☆

(۲۷۳)

پورے یقین کے ساتھ اس امر کو جانے رہو کہ اللہ سبحانہ نے کسی بندے کیلئے چاہے اس کی تدبیریں بہت زبردست، اس کی جستجو شدید اور اس کی ترکیبیں طاقتور ہوں اس سے زائد رزق قرار نہیں دیا جتنا کہ تقدیر الہی میں اس کیلئے مقرر ہو چکا ہے، اور کسی بندے کیلئے اس کی کمزوری و بے چارگی کی وجہ سے لوح محفوظ میں اس کے مقررہ رزق تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا سود و منفعت کی راحتوں میں سب لوگوں سے بڑھ چڑھ کر ہے اور اسے نظر انداز کرنے اور اس میں شک و شبہ کرنے والا سب

(۲۷۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِعْلَمُوا عَلِمًا يَقِينًا أَنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ لِلْعَبْدِ - وَإِنْ عَظَمَتْ حِيلَتُهُ، وَ اشْتَدَّتْ طَلْبَتُهُ، وَ قَوِيَتْ مَكِيدَتُهُ - أَكْثَرَ مِمَّا سَيَّ لَهُ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيمِ، وَ لَمْ يَحُلْ بَيْنَ الْعَبْدِ فِي ضَعْفِهِ وَ قَلَّةِ حِيلَتِهِ، وَ بَيْنَ أَنْ يَبْلُغَ مَا سَيَّ لَهُ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيمِ، وَ الْعَارِفُ لِهَذَا الْعَا

لوگوں سے زیادہ زیاں کاری میں مبتلا ہے۔

بہت سے وہ جنہیں نعمتیں ملی ہیں نعمتوں کی بدولت کم کم عذاب کے نزدیک کئے جا رہے ہیں اور بہت سوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے پردہ میں اللہ کا لطف و کرم شامل حال ہے۔ لہذا اے سننے والے! شکر زیادہ اور جلد بازی کم کرو جو تیری روزی کی حد ہے اس پر ٹھہرا رہو۔

(۲۷۴)

اپنے علم کو جہل اور اپنے یقین کو شک نہ بناؤ۔ جب جان لیا تو عمل کرو اور جب یقین پیدا ہو گیا تو آگے بڑھو۔

”علم و یقین“ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اور اگر اس کے مطابق عمل ظہور میں نہ آئے تو اسے علم و یقین سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے یقین ہے کہ فلاں راستہ میں خطرات ہیں اور وہ بے خطر راستہ کو چھوڑ کر اسی پر خطر راستہ میں راہ پیمائی کرے تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس راہ کے خطرات پر یقین رکھتا ہے۔ جبکہ اس یقین کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ اس راستہ پر چلنے سے احتراز کرتا۔ اسی طرح جو شخص حشر و نشر اور عذاب و ثواب پر یقین رکھتا ہو وہ دنیا کی غفلتوں سے مغلوب ہو کر آخرت کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ عذاب و عقاب کے خوف سے عمل میں کوتاہی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۷۵)

طمع گھاٹ پر اتارتی ہے مگر سیراب کئے بغیر پلٹا دیتی ہے، ذمہ داری کا بوجھ اٹھاتی ہے مگر اسے پورا نہیں کرتی۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی پینے والے کو پینے سے پہلے ہی اچھو ہو جاتا ہے اور جتنی کسی مرغوب و پسندیدہ چیز کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی اسے کھو دینے کا رنج زیادہ ہوتا ہے۔ آرزوئیں دیدہ بصریت کو اندھا کر دیتی ہیں اور جو نصیب میں ہوتا ہے پہنچنے کی کوشش کئے بغیر مل جاتا ہے۔

(۲۷۶)

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا ظاہر لوگوں کی

أَعْظَمُ النَّاسِ شُغْلًا فِي مَصْرَةٍ.

وَرَبِّ مُنْعَمٍ عَلَيْهِ مُسْتَدْرِجٌ بِالنُّعْمَى، وَ رَبِّ مُبْتَلًى مَّصْنُوعٌ لَهُ بِالْبَلْوَى، فَرِذْ أَيْهَا الْمُسْتَبْعُ فِي شُكْرِكَ، وَ قَصِرْ مِنْ عَجَلَتِكَ، وَ قَفْ عِنْدَ مُنْتَهَى رِزْقِكَ.

(۲۷۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَجْعَلُوا عِلْمَكُمْ جَهْلًا، وَ يَقِينَكُمْ شُكًّا، إِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوا، وَ إِذَا تَبَيَّنْتُمْ فَأَقْدِمُوا.

(۲۷۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِنَّ الطَّمَعِ مَوْرِدٌ غَيْرُ مُصْدِرٍ، وَ ضَامِنٌ غَيْرُ وَفِيٍّ. وَ رَبَّمَا شَرِقَ شَارِبُ الْمَاءِ قَبْلَ رِيِّهِ، وَ كَلَّمَا عَظَمَ قَدْرُ الشَّيْءِ الْمُتَنَافَسِ فِيهِ عَظَمَتِ الرَّزِيَّةُ لِفَقْدِهِ، وَ الْأَمَانِيُّ تَعَبَى أَعْيُنَ الْبَصَائِرِ، وَ الْحَظُّ يَأْتِي مَنْ لَا يَأْتِيهِ.

(۲۷۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ تُحَسِّنَ

چشمِ ظاہرین میں بہتر ہو اور جو اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہوں وہ تیری نظروں میں بُرا ہو، درآں حالیکہ میں لوگوں کے دکھاوے کیلئے اپنے نفس کی ان چیزوں سے نگہداشت کروں کہ جن سب پر تو آگاہ ہے۔ اس طرح لوگوں کے سامنے تو ظاہر کے اچھا ہونے کی نمائش کروں اور تیرے سامنے اپنی بد اعمالیوں کو پیش کرتا رہوں، جس کے نتیجے میں تیرے بندوں سے تقرب حاصل کروں اور تیری خوشنودیوں سے دور ہی ہوتا چلا جاؤں۔

(۲۷۷)

(کسی موقع پر قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:) اس ذات کی قسم جس کی بدولت ہم نے ایسی شہ تار کے باقی ماندہ حصہ کو بسر کر دیا جس کے چھٹے ہی روز درخشاں ظاہر ہوگا! ایسا اور ایسا نہیں ہوا۔

(۲۷۸)

وہ تھوڑا عمل جو پابندی سے بجایا جاتا ہے زیادہ فائدہ مند ہے اس کثیر عمل سے کہ جس سے دل اکتا جائے۔

(۲۷۹)

جب مستحبات فرائض میں سد راہ ہوں تو انہیں چھوڑ دو۔

(۲۸۰)

جو سفر کی دوری کو پیش نظر رکھتا ہے وہ کمر بستہ رہتا ہے۔

(۲۸۱)

آنکھوں کا دیکھنا حقیقت میں دیکھنا نہیں کیونکہ آنکھیں کبھی اپنے اشخاص سے غلط بیانی بھی کر جاتی ہیں، مگر عقل اس شخص کو جو اس سے نصیحت چاہے کبھی فریب نہیں دیتی۔

فِي لَامِعَةِ الْعُيُونِ عَلَانِيَتِي، وَ تَقْبِيحِ فِيهَا أَبْطُنٍ لَكَ سَرِيرَتِي، مُحَافِظًا عَلَى رِيَاءِ النَّاسِ مِنْ نَفْسِي بِجَمِيعِ مَا أَنْتَ مُطَّلِعٌ عَلَيْهِ مِنِّي، فَأُبْدِي لِلنَّاسِ حُسْنَ ظَاهِرِي، وَ أَفْضَى إِلَيْكَ بِسُوءِ عَمَلِي، تَقَرُّبًا إِلَى عِبَادِكَ، وَ تَبَاعَدًا مِنْ مَرَضَاتِكَ.

(۲۷۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا وَالَّذِي أَمْسَيْنَا مِنْهُ فِي غَبْرِ لَيْلَةٍ دَهْمَاءَ، تَكْشُرُ عَنْ يَوْمٍ آخَرَ، مَا كَانَ كَذَا وَ كَذَا.

(۲۷۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَلِيلٌ تَدْرُمُ عَلَيْهِ أَرْجِي مِنْ كَثِيرٍ مَبْلُولٍ مِنْهُ.

(۲۷۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِذَا أَضْرَّتِ التَّوَافِلُ بِالْفَرَائِضِ فَارْضُهَا.

(۲۸۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ تَذَكَّرَ بَعْدَ السَّفَرِ اسْتَعَدَّ.

(۲۸۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَيْسَتْ الرُّؤْيَةُ كَالْمُعَايَنَةِ مَعَ الْأَبْصَارِ، فَقَدْ تَكْذِبُ الْعُيُونُ أَهْلَهَا، وَ لَا يَعْشُرُ الْعَقْلُ مَنْ اسْتَنْصَحَهُ.